

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (3)﴾



شماره نمبر  
2

ربیع اول، ربیع ثانی  
۱۴۳۵ھ

عشق اور محبت میں فرق  
عید میلاد النبی  
ماہ ربیع الاول کی بدعات  
تاریخ ولادت و وفات النبی کی تحقیق  
غیر مقلد کی کہانی (دوسری قسط)



مرکز اهل الحديث  
عثمان غنی روڈ، مکہ ٹاؤن، ملتان



## اعادہ روح اور منکرین حدیث

بعض منکرین حدیث مرنے کے بعد روح کے اسی جسم میں لوٹنے کا انکار کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدہ رکھنا قرآن کے برخلاف ہے۔ اور اسکی دلیل کے طور پر وہ یہ قرآنی آیت پیش کرتے ہیں:

وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (المؤمنون: ۱۰۰)

اور انکے پیچھے ایک آڑ ہے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔

اور یہ آیت پیش کر کے کہتے ہیں کہ چونکہ روح و بدن کے مابین قیامت تک آڑ ہے لہذا قیامت سے قبل روح بدن میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اور اس ضمن میں وہ سنن ابی داؤد کی حدیث ۴۷۵۳ جو کہ مسند احمد ۱۸۵۳۴ میں مفصلاً ذکر ہوئی ہے، اسکا انکار کرتے ہیں کیونکہ اس میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ مرنے والے کی روح اسکے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آسمانوں میں کوئی قبر یا برزخ ہے جہاں روحوں کو سننے بدن دے کر انہیں ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز قرآن مجید فرقان حمید کی یہ خوبی رکھی ہے کہ کوئی بھی باطل پرست اسکی آیات بینات سے اپنا باطل نظریہ ثابت نہیں سکتا۔ اور یہی معاملہ یہاں ہے۔ اک ذرا غور کرنے سے معاملہ صاف ہو جاتا ہے کہ یہ آیات انکے موقف کے خلاف ہیں، انکے حق میں نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

اللہ کا فرمان ہے: حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (۹۹) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۰۰)

حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے رب مجھے لوٹا دو۔ تاکہ میں جو چھوڑ آیا ہوں اس میں کوئی نیک عمل کر لوں، ہر گز نہیں یہ تو ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے، اور انکے پیچھے اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے، ایک پردہ ہے۔

ان آیات بینات پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں "جب ان میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے" تو جسے موت آرہی ہے وہ مرنے سے قبل "روح و جسد کا مجموعہ ہے" نہ کہ صرف بدن یا صرف روح!۔ اور پھر فرمایا کہ "وہ کہتا ہے" اب اختلاف یہاں ہے کہ کہنے والا کون ہے؟ روح کہہ رہی ہے یا روح و جسد کا مجموعہ؟! ادنیٰ تاہل سے بھی یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ یہاں "قال" کا مرجع ہے "أحدهم" اور وہ بالاتفاق روح و بدن کا مجموعہ ہے نہ کہ صرف روح۔ کیونکہ زندہ انسان روح و جسم کا مرکب ہوتا ہے۔ تو اس کا صاف معنی بنتا ہے کہ مرنے کے بعد وہی روح و جسد کا مجموعہ جسے موت آئی تھی اللہ سے

(بقیہ... صفحہ نمبر ۱۳)

مدیر  
محمد رفیق طاہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ☆ ☆ ☆

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (3)

مجلس مشاورت  
مولانا محمد مالک بھنڈر حفظہ اللہ  
مولانا خالد بشیر مرجاوی حفظہ اللہ  
مولانا حافظ محمد جمیل حفظہ اللہ  
مولانا عبدالملک ملتانی حفظہ اللہ  
ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ  
حکیم محمد فاروق عثمان حفظہ اللہ

سلسلہ وار  
جلد 2  
ماہنامہ اہل الحدیث  
ملتان  
www.ahlulhdeeth.com

نصر اللہ امرہ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی يبلغہ

جلد: ۱ ربيع اول، ربيع ثان ۱۴۳۵ھ شماره: ۲

الفہم

صفحہ	مصنف	موضوع
2	محمد رفیق طاہر	فتاویٰ اہل الحدیث
5	محمد زبیر شیخ	محبت اور عشق میں فرق
14	احسان الہی ظہیر	ماہ ربیع الاول کی بدعات
20	ابو عبداللہ آزاد	رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش و وفات کی تحقیق
29	شاہد ندیم، کراچی	ایک غیر مقلد کی کہانی (دوسری قسط)

www.ahlulhdeeth.com

فی شماره: 25 روپے  
سالانہ: 150 روپے  
علاوہ محصول ڈاک پاکستان

خط و کتابت  
مرکز اہل الحدیث

عثمان غنی روڈ، سکسٹاؤن، ملتان

ناشر  
محمد اشفاق بونس  
0347-7003080

تمام اشاعت

مرکز اہل الحدیث  
عثمان غنی روڈ، سکسٹاؤن، ملتان

برائے رابطہ:

mujallah@ahlulhdeeth.com 0347-7003080 0321-7302283

# فِتْنَاوِی اَلْمَلِیْکَیْنِ



ابو عبد الرحمن محمد رفیق طاہر..... مدیر مرکز اہل الحدیث ملتان

مقتدی و منفر د کا تکبیرات نماز سر اکہنا اور امام کا جہر اکہنا  
اکیلا نمازی اور مقتدی ہمیشہ تکبیر تحریمہ آہستہ آواز سے کہتے ہیں۔ صرف حدیث سے جواب  
دیں؟

ابو عبد اللہ ربیعان، جہلم

ابواب بعون الوهاب ومنه الصبر واليه المرجع والمآب  
کیا وجہ ہے کہ سائل نے صرف حدیث کی قید لگا دی ہے، کیا وہ قرآن کو حجت تسلیم نہیں  
کرتا؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ قرآن یا حدیث سے دکھائیں؟؟!

خیر .... اسکا جواب تو قرآن میں بھی موجود ہے اور حدیث شریف میں بھی۔ ہم صرف  
قرآنی دلیل پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَذْكُرُ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا  
تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ  
(الأعراف: ۲۰۵)

اور ڈرتے ہوئے، اپنے دل میں، تضرع کے ساتھ، اونچی آواز نکالے بغیر صبح و شام اپنے  
رب کا ذکر کر، اور غافلوں میں سے نہ ہو جا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کا اصول بتایا ہے کہ اللہ کا ذکر دل میں، اونچی آواز  
نکالے بغیر کیا جائے۔ لہذا تمام تراذکار دل میں ہی کیے جائیں اور اونچی آواز نکالے بغیر کیے





جائیں، ہاں جو اذکار جن مواقع پر آواز بلند کرنا ثابت ہیں وہ ان موقعوں پر اونچی آواز سے کیے جائیں گے۔ کیونکہ وہ شرعی دلیل کے ذریعہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہو گئے ہیں۔ اور تکبیر، یعنی اللہ اکبر بھی اللہ کا ذکر ہی ہے۔ اس پر بھی یہی قانون لاگو ہو گا کہ یہ بھی دل میں، اونچی آواز نکالے بغیر کہی جائے، ہاں مکبر اور امام کا آواز بلند تکبیرات انتقال کہنا شرعی دلیل سے ثابت ہے لہذا وہ اس اصول سے مستثنیٰ ہیں۔ خوب سمجھ لیں۔

### صحیح بخاری کی احادیث پر عمل کرنا فرض ہے؟

بخاری شریف کی حدیث پر عمل کرنا فرض ہے، واجب، سنت، یا مستحب؟

ابو عبد اللہ رحمہ اللہ، جہلم

الہواب بعون الوهاب ومنه المرق والمواب والیہ المربع والمآب

معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو بھی علم نہیں کہ وہ پوچھ کیا رہا ہے، کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین پر عمل کرنا فرض ہے لازم ہے یا مستحب!

کیونکہ بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے تو نبی مکرم ﷺ کے فرامین و افعال ہی جمع فرمائے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا ہے۔ لہذا یہ بات کسی بھی ذی عقل مسلمان سے مخفی نہیں ہے کہ صحیح بخاری ہو یا کوئی اور حدیث کی کتاب ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا، درحقیقت فرامین و سنن رسول کریم ﷺ پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ اور نبی ﷺ کے بعض فرمودات و افعال وجوب کے لیے ہوتے ہیں بعض استحباب کے لیے اور بعض سنت ہوتے ہیں۔

لہذا صحیح بخاری کی تمام تراحدیث کے مطابق عقیدہ و عمل بنانا فرض ہے!۔ اگر ان احادیث کا تقاضا وجوب کا ہے تو ان میں مذکور عمل واجب ہو گا، اگر انکا تقاضا استحباب کا ہے تو عمل مستحب ہو گا، اور اگر انکا تقاضا صرف مسنونیت کا ہے تو عمل مسنون یعنی سنت ہو گا۔

اور بخاری میں ہر تین طرح کی احادیث وارد ہیں۔



اللہ تعالیٰ نے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ فرما کر اتباع رسول ﷺ کو واجب قرار دیا ہے۔

### صحیح بخاری پر عمل کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟

بخاری شریف پر عمل کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے یا اسکے نبی نے؟ ابو عبد اللہ ریحان، جہلم  
(خبردار! ہم نے سوال کو من وعن نقل کر دیا ہے موصوف نے نبی کے ساتھ ﷺ تحریر نہیں کیا!)  
الہواب بعون الوهاب ومنه الصبرق والہواب والیہ المربع والمآب

اس کا جواب تو سابقہ سطور میں گزر ہی چکا ہے کہ بخاری میں مرفوع احادیث ہیں اور احادیث پر عمل کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

### صحیح بخاری پر عمل نہ کرنے والا کیا انجام ہوگا؟

بخاری شریف پر عمل نہ کرنے والا جنت میں جائے گا یا جہنم میں؟ ابو عبد اللہ ریحان، جہلم  
الہواب بعون الوهاب ومنه الصبرق والہواب والیہ المربع والمآب  
بخاری شریف میں موجود احادیث پر عمل نہ کرنے والا اپنی آخرت برباد کرنے والا ہے۔ اور جہنم کی راہ ہموار کرنے والا ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں احادیث نبویہ ہی تو ہیں، اور جو شخص نبی کریم ﷺ کے فرامین رعمل پیرا نہ ہو اور نبی ﷺ کی مخالفت کرے اللہ نے تو خود اسکے بارہ میں فرمایا ہے: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستہ کے سوا (کسی اور راستہ) کی پیروی کرے تو جس جانب اس کا منہ آئے گا ہم اسے اسی جانب پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔

لہذا، اللہ کے عذاب سے ڈریں اور نبی کریم ﷺ کی مخالفت سے بچیں۔ رسول کریم ﷺ کی اتباع و اطاعت کریں، نہ کہ نافرمانی کر کے مخالفت کے مرتکب ہوں۔



## محبت اور عشق میں فرق

از قلم: محمد زبیر شیخ... متعلم مرکز اہل الحدیث ملتان

کسی سے اپنی عقیدت کو ظاہر کرنے کے لیے ہمارے ہاں زیادہ تر لفظ عشق استعمال کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ لفظ ہماری محبت اور عقیدت کو بالکل صحیح انداز سے واضح کر دیتا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عشق اور محبت و عقیدت میں بہت فرق ہے۔

آئیے اس فرق کو جاننے کے لیے مستند عربی لغات کی طرف چلتے ہیں تاکہ حق معلوم ہونے کے بعد ہم اپنی سابقہ غلطیوں سے رجوع کر کے صحیح بات کی طرف پلٹیں۔

### محبت کا معنی:

امام اللغة مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب الفيروزآبادی (المتوفى: ۸۱۷ھ) اپنی کتاب القاموس المحيط میں تحریر فرماتے ہیں: «الحُبُّ: الودادُ، كالحُبَابِ والحِبِّ، بكسرهما، والمَحَبَّةُ والحُبَابُ بالضم» 'حُب' کا مطلب ہے محبت۔ حِبَابِ الحِبِّ، المَحَبَّةُ، الحُبَابِ کے بھی یہی معنی ہیں۔ جس سے محبت کی جائے، اسے محبوب کہتے ہیں۔

(القاموس المحيط ج: ۱، ص: ۷۰، ط: الرسالة، بیروت)  
محمد بن مکرم بن علی، أبو الفضل، جمال الدين ابن منظور الأنصاري  
الرويفي الإفريقي (المتوفى: ۷۱۱ھ) اپنی کتاب لسان العرب میں رقم طراز ہیں: 'حُب' کا متضاد بغض ہے۔ حُب کے معنی پیار و محبت ہیں۔ حُب کو حِبِّ بھی کہتے ہیں۔ محبت کرنے والے کو مُحِبِّ کہا جاتا ہے۔ جس سے محبت کی جائے، اسے محبوب یا مُحَبِّ کہتے ہیں۔

(لسان العرب، ج: ۱، ص: ۲۸۹، ط: دار صادر - بیروت)

أبو نصر إسماعيل بن حماد الجوهري الفارابي (المتوفى: ۳۹۳ھ) نے بھی اپنی کتاب الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية میں ایسی ہی بات لکھی ہے۔

(الصحاح للجوهري، ج: ۱، ص: ۱۰۵، ط: دار العلم للملايين - بیروت)



## محبت اور عشق میں فرق

امام أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانی (المتوفى: ۵۰۲ھ) اپنی کتاب المفردات فی غریب القرآن میں محبت کی تعریف یوں کرتے ہیں: «المحبة: إرادة ما تراه أو تظنه خيراً» کسی چیز کو اچھا اور مفید سمجھ کر اس کا ارادہ کرنا، اسے چاہنا محبت ہے۔ (ج: ۱، ص: ۲۱۴، ط: دار القلم، الدار الشامیة - دمشق بیروت)

**عشق کا مفہوم:**

آئیے اب لفظ عشق کا معنی و مطلب دیکھتے ہیں:

امام فیروز آبادی لکھتے ہیں: «مُحِبُّ الْمُحِبِّ بِمُحَبِّهِ، أَوْ إِفْرَاطُ الْحُبِّ، وَيَكُونُ فِي عَفَافٍ وَفِي دَعَارَةٍ، أَوْ عَمَى الْحَسَنِ عَنْ إِدْرَاكِ عَيْبِهِ، أَوْ مَرَضٌ وَسُوءٌ يَجْلِبُهُ إِلَى نَفْسِهِ بِتَسْلِيْطِ فِكْرِهِ عَلَى اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الصُّوَرِ»۔ محب کا اپنے محبوب کو بہت زیادہ پسند کرنا، یا محبت میں غلو کرنا۔ یہ محبت پاک بازی کی حدود میں بھی ہو سکتی ہے اور بدکاری میں بھی۔ یا پھر عشق کہتے ہیں: محبوب کے عیوب دیکھنے کی حس سے محروم ہو جانا۔ یا پھر عشق ایک مرض ہے جو عاشق کو خیالوں کی وادی میں دھکیل دیتا ہے کہ بعض صورتیں اس کو اچھی لگنے لگتی ہیں۔ (القاموس المحيط، ج: ۱، ص: ۹۰۹)

لسان العرب میں تقریباً یہی مفہوم موجود ہے۔ (ج: ۱۰، ص: ۲۵۱)

اور یہی مفہوم امام جوہری کی الصحاح میں ہے۔ (ج: ۴، ص: ۱۵۲۵)

امام ابن فارس اپنی کتاب مقاییس اللغة میں لکھتے ہیں: عشق محبت کی حدود کو پھلانگنے کا نام ہے۔ (ج: ۴، ص: ۳۲۱، طبع: دار الفکر)

امام ابن ابی العز شرح عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں کہ عشق اس بڑھی ہوئی محبت کو کہتے ہیں جس میں عاشق کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ عشق ایسی محبت کو کہتے ہیں جس میں شہوت ہوتی ہے۔

**محبت اور عشق میں فرق:**



محبت اور عشق میں جو فرق ہے، اسے امام أبو ہلال الحسن بن عبد اللہ بن سہل بن سعید بن یحییٰ بن مہران العسکری (المتوفی: قریباً ۳۹۵ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ عشق کہتے ہیں معشوق سے اپنی مراد و مطلوب حاصل کرنے کی خواہش۔ اسی لیے اچھا کھانے کی چاہت کو عشق سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح عشق اس خواہش کو بھی کہا جاتا ہے جو حد سے بڑھ جائے اور عاشق اگر اسے پورا نہ کر سکے تو وہ خواہش اسے مار ڈالتی ہے۔

(الفروق اللغویۃ، ج: ۱، ص: ۱۲۲، ط: دار العلم والثقافة القاهرة)  
محبت اور عشق میں فرق اس انداز سے بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ محبوب محبوب ہی رہتا ہے، کوئی محب ہو یا نہ ہو جبکہ معشوق معشوق نہیں ہو تا جب تک کوئی عاشق نہ ہو۔ محبت کا تعلق اور نسبت رب، رسول کی اور ہر ایک کی طرف کی جاسکتی ہے جبکہ عشق کا تعلق صرف معشوق سے ہوتا ہے۔

محبت ساری دنیا کے لیے سکون کا طلب گار ہوتا ہے جبکہ عشق صرف اپنی جنسی تسکین چاہتا ہے۔ (ملخصاً از: میں محبت کس سے کروں، از: الشیخ عظیم حاصل پوری، ص: ۲۳)  
معلوم ہوا کہ عشق ایک مذموم فعل ہے جبکہ محبت ایک پسندیدہ فعل ہے۔

### عشق کی شرعی حیثیت:

قرآن و حدیث میں عقیدت و الفت کو ظاہر کرنے لفظ محبت ہی استعمال ہوا ہے۔ لفظ عشق کا استعمال ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ عزیز مصر کی بیوی کو یوسف علیہ السلام سے جو تعلق پیدا ہو گیا تھا، وہ تو ہر لحاظ سے عشق ہی تھا، لیکن قرآن مجید میں اس موقع پر بھی عشق کا لفظ لانے کی بجائے 'قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ اس لفظ کے استعمال سے کس قدر پرہیز کرنے والے ہیں۔



### ایک اشکال:

بعض لوگ عشق کے ثبوت میں ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «من عشق، ففعل، وکتم، وصبر، ثم مات کان شهيداً» جس نے عشق کیا، پھر پاک دامن رہا، اسے چھپایا اور صبر کیا، پھر مر گیا تو وہ شہید ہو گا۔

### ازالہ:

یہ روایت موضوع یعنی من گھڑت ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سلسلہ الضعیفہ للآلبانی رحمہ اللہ، ج: ۴۰۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان عُشَّاق (بروزن فُشَّاق) نے احادیث کو بھی معاف نہیں کیا اور اپنے پاگل پن کا ثبوت دینے کے لیے نبی ﷺ پر جھوٹ بولنے سے بھی پرہیز نہیں کیا اور یوں نبی ﷺ کی اس حدیث کا مصداق بنے کہ: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدًّا، فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ» جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۴۶۱)

### عشق عقل کے میزان میں:

عشق ایک دیوانگی ہے جو عاشق سے عقل و شعور کو ختم کر کے اسے پاگل پن میں مبتلا کر دیتی ہے جس کے بعد اسے کسی قسم کے نفع و نقصان کی تمیز نہیں رہتی، بس اپنی خواہش کو پورا کرنے اور معشوق کو حاصل کرنے کا خیال اس پر ہر وقت حاوی رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کے کام سے عاجز ہو کر بے کار بن کر معاشرے میں عضو معطل بلکہ ایک بوجھ بن کر رہ جاتا ہے۔ مثال درکار ہو تو لیلیٰ کے مجنوں کو دیکھ لیجئے، سسی کے پنوں کا جائزہ لیجئے، ہیر کے رانجھے کی داستان پڑھیے۔ اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو اپنے ارد گرد پھرتے، آپہن بھرتے، رت جگا کرتے، ہر شے سے بے خبر، بس اک معشوق میں مگن کسی نوجوان کو دیکھ لیجئے جو آپ کو عین انہی صفات کا حامل نظر آئے گا جو اوپر درج کی گئی ہیں۔

مُحِبِّتِ رَسُولِ ﷺ یَا عاشقِ رَسُولِ ﷺ؟



اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مؤمن و مسلمان کو سب سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہونی چاہیے جیسا کہ قرآن کی آیات اور احادیث اس کی وضاحت کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر محبت الہی کے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ [البقرة: ۱۶۵]

ایمان والے اللہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

اور محبت رسول ﷺ کے بارے میں پیارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ

فرماتے ہیں:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» (صحیح البخاری: ۱۵)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے یہ بات قسم اٹھا کر بھی فرمائی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس شدید اور سب سے زیادہ محبت کو ظاہر کرنے کے لیے لفظ عشق کا استعمال صحیح ہے؟ تو اس کا صاف، سیدھا، واضح اور دو ٹوک جواب یہی ہے کہ نہیں۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ مثلاً:

۱ لفظ عشق کا معنی اور مفہوم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے اظہار کے لیے استعمال کیا جائے کیونکہ عشق میں جو محبت ہوتی ہے، وہ شہوت سے پُر ہوتی ہے۔

۲ اگر اس معنی سے صرف نظر کر لیا جائے اور بڑی بڑی پگڑیوں والے اپنے آپ کو عاشق کہلو بھی لیں تو کیا خواتین کے لیے اس لفظ کو استعمال کرنے کی اجازت



## محبت اور عشق میں فرق

ہوگی کہ وہ بھی عاشقان رسول کہلو الیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا خواتین کے لیے الگ اسلام ہے اور مردوں کے لیے الگ؟

۳ اہل بیت سے محبت، عقیدت اور ان کی عزت کا خیال رکھنے کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۴۰۸) اہل بیت میں ازواج مطہرات اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں، کیا ان کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا جائے گا؟ جو لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہیں اور پنچتن پاک کا نعرہ لگاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں پنچتن پاک سے محبت اور عشق ہے، کیا وہ اس پنچتن کے ایک ایک فرد کا نام لے کر عاشق ہونے کا اظہار کر سکتے ہیں؟ مثلاً: عاشق رسول، عاشق علی، عاشق حسن، عاشق حسین تو ہر کوئی کہلوانے کو تیار ہو جاتا ہے لیکن عاشق فاطمہ لوگ نہیں کہلواتے۔ کیوں؟ وجہ ظاہر ہے کہ سب سمجھتے ہیں کہ لفظ عشق کا استعمال مقدس ہستیوں کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔

۴ ہر شخص یہ بات کہتا ہے کہ مجھے اپنے اہل خانہ سے محبت ہے۔ مجھے اپنے والدین سے محبت ہے۔ مجھے اپنی بہنوں سے محبت ہے۔ کیا کوئی شخص اس بات کو زبان پر لا سکتا ہے کہ میں اپنی والدہ یا بہن یا بیٹی کا عاشق ہوں؟ اگر نہیں تو کیا اللہ اور نبی ﷺ کی ذات مبارک ہی اتنی گئی گزری ہے کہ بے تکلف لوگ اپنے آپ کو عشق الہی میں غرق اور عاشق رسول کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں؟

### عشق کا جو از اقبال سے:

بعض لوگ جب کوئی اور چارہ نہیں دیکھتے تو فوراً کہتے ہیں کہ دیکھو جی! علامہ اقبال نے بھی تو اپنی شاعری میں لفظ عشق کو استعمال کیا ہے اور بے تاحشا کیا ہے۔ کیا وہ بھی غلط تھے؟

### اشکال کا حل:





اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ ہوں یا کوئی اور صاحب علم و دانش، ہمارے لیے اصل دلیل قرآن و حدیث ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ صاحب نے اسے اس کے مروجہ معانی و مفاہیم سے نکال کر ایک نئے معنی یعنی جوش، جنوں، انجام کی طرف دھیان دیے بغیر کام کر جانا وغیرہ میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

بے خطر کو پڑا آتش نمرود میں عشق  
عقل ہے محو تماشائے لب بام بھی

مذکورہ بالا شعر میں وہ لفظ عشق کو عقل کے مقابلے میں لے کر آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عقل انسان کو آگ میں چھلانگ لگانے سے روکتی ہے، لیکن یہ ابراہیم علیہ السلام کا جذبہ ایمانی ہی تھا جس نے انہیں عقل کی پروانہ کرتے ہوئے اپنے رب کی خاطر آگ میں کود جانے پر آمادہ کیا۔

معلوم ہوا کہ علامہ صاحب کے طرز عمل سے استدلال غلط ہے اور صحیح بات وہی ہے کہ اس لفظ کا استعمال عموماً اور اللہ اور رسول ﷺ کی طرف نسبت کر کے استعمال کرنا خصوصاً غلط اور ناجائز ہے۔

سنا ہے آپ ﷺ ہر عاشق کے گھر تشریف

لاتے ہیں:

ہمارے ہاں اکثر گلیوں، بازاروں میں دیواروں پر اور دکانوں اور گھروں میں کیلنڈرز وغیرہ پر یہ لکھا ہوا نظر آتا ہے کہ

سنا ہے آپ ﷺ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں

میرے گھر میں بھی چراغاں ہو جائے یا رسول اللہ ﷺ



## محبت اور عشق میں فرق

یہ شعر، اگر اسے شعر کا نام دیا جانا درست ہو، بالکل غلط ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ سنی سنائی بات ہے، کوئی پختہ اور مضبوط بات نہیں جیسا کہ 'شاعر' موصوف کا اقبالی بیان ہے۔ اور سنی سنائی بات کا شریعت میں جو مقام ہے، وہ اس حدیث سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ «كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ» یعنی کسی بھی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔ (صحیح مسلم: ۵)

پھر یہ سنی سنائی بات قرآن و حدیث کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا ہے۔ اور احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ نبی ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ اور وفات کے بعد نبی ﷺ کا مقام اور ٹھکانہ احادیث کی رو سے جنت ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک لمبی روایت موجود ہے کہ دو فرشتوں نے خواب میں نبی ﷺ کو چند ایک مقامات کی سیر کروائی۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ ذرا اوپر نظر اٹھا کر تو دیکھیے۔ آپ ﷺ نے جب دیکھا تو ایک محل نظر آیا جو سفید بادلوں جیسا تھا۔ فرشتوں نے جب بتایا کہ یہ آپ کا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس میں جانے دو۔ اس پر فرشتوں نے جواب دیا: «إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمْرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنَزِلَكَ»

ابھی آپ ﷺ کی عمر کے کچھ سال باقی ہیں۔ جب وہ پورے ہو جائیں گے تو آپ ﷺ اپنے اس محل میں تشریف لے جائیں گے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۶)

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ اب اپنی حیات دنیوی پوری کرنے کے بعد جنت میں اپنے محل میں تشریف فرما ہیں۔ اور جنت کی نعمتوں کو چھوڑ کر دنیا کے قید خانے میں کون آنا چاہے گا؟ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ» دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۵۶)

اسی طرح رسول رحمت ﷺ فرماتے ہیں: «مَا مِنْ عَبْدٍ يَمُوتُ، لَهُ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ، يَسْرُهُ أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الدُّنْيَا، وَأَنَّ لَهُ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، إِلَّا الشَّهِيدَ لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ، فَإِنَّهُ يَسْرُهُ أَنْ يَرْجَعَ إِلَى الدُّنْيَا، فَيُقْتَلَ مَرَّةً أُخْرَى»



مرنے کے بعد جس بندے کے لیے اللہ کے ہاں خیر و بھلائی ہوگی، وہ کبھی بھی دنیا میں لوٹنا پسند نہیں کرے گا، چاہے اس کے لیے ساری دنیا ہی کیوں نہ وقف کر دی جائے۔ سوائے شہید کے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اس نے شہادت کی جو فضیلت دیکھی تھی، وہ اسے آمادہ کرے گی کہ وہ دنیا میں لوٹ آئے اور دوبارہ اللہ کے راستے میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے۔ (صحیح البخاری: ۲۷۹۵)

ان احادیث کے پیش نظریہ کہنا کہ ”سنا ہے آپ ﷺ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں“ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کے یہ عاشق ہیں، نبی ﷺ تو انہیں دیکھنا ہی پسند نہ فرمائیں گے کیونکہ شرک و بدعات میں یہ ڈوبے ہوئے، فرائض کے تارک اور سنتوں کا مذاق اڑانے والے ہیں، ان کے گھر تشریف لانا تو دور کی بات ہے!!! اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث پر چلنے اور سیرت کے اصل پیغام ”توحید و سنت“ کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

### بقیہ درس قرآن و حدیث

درخواست کرتا ہے کہ مجھے لوٹا دیجئے۔ تو جب مرنے کے بعد کہنے والا بھی روح و جسد کا وہی مجموعہ ہے جسے موت آئی تھی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد مرنے والے کی روح اسکے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے تبھی تو وہ روح و جسد کا مجموعہ اللہ کے حضور عرض گزار ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے یہ نہیں فرمایا ”قال روحہ ربی ارجعون“ بلکہ فرمایا ہے ”قال رب ارجعون“... اور روح کو بدن سے جدا کرنے کی یہاں کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ قال کا مرجع ہی روح و جسد کا مجموعہ ہے۔ فدیبر!

پھر فرمایا: وَمَنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ تو یہاں بھی ورائہم کا مرجع وہی احدہم ہی ہے۔ جس کا معنی صاف ظاہر ہے کہ روح و جسد کے مجموعہ اور فیاتر مک کے مابین ایک آڑ ہے، نہ کہ روح و جسد کے درمیان۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ومن وراء ارواحہم یا ومن وراء اجسادہم یا ومن بین ارواحہم واجسادہم نہیں فرمایا۔ اور یہی بات حدیث نبوی میں ذکر ہوئی ہے ”فتعداد روحہ فی جسدہ“..... خوب سمجھ لیں۔



## ماہ ربیع الاول کی بدعت

از قلم: احسان الہی ظہیر... متعلم مرکز اہل الحدیث ملتان

**بدعت کا تعارف:** بدعت لغت میں ایسی چیز کو کہتے ہیں جو تکما وین کے بعد ایجاد کی جائے۔ یا وہ چیز جو رسول ﷺ کے بعد خواہشات و اعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔ شرعی اصطلاح میں بدعت کی تعریف یہ ہے جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

«وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ»

اور کاموں میں سے بدترین کام اس (اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی شریعت) میں نوا ایجاد شدہ کام ہیں، اور ہر نوا ایجاد شدہ کام بدعت ہے۔ بدعت ایک ایسا خطرناک عمل ہے گناہ ہے جسے انسان نیکی سمجھ کر عقیدت اور محبت سے کرتا ہے۔ اس عمل سے انسان کو توبہ کی بھی توفیق نہیں ملتی کیونکہ وہ کرتا ہی نیکی سمجھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خطرناک عمل سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا \* الَّذِينَ صَلَّ سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا

[الکہف: ۱۸: ۱۰۴]

کہہ دیجئے! کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی محنت، کوشش سب دنیوی زندگی میں ہی ضائع ہو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ بڑے اچھے کام کر رہے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت میں گناہ کو نیکی سمجھ کر اور اس پر مطمئن ہو کر عمل کرنے والوں کے خسارے اور برے انجام کا تذکرہ کر کے انسان کو خوب سمجھا دیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پھر بھی کچھ لوگ عذاب سے بچنے کے لیے آمادہ نہیں ہیں اور اپنے اعمال و کردار کا جائزہ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔



اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس خطرناک عمل سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو اس کا صاف 'سادہ اور آسان جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سامنے رکھتے ہوئے عمل کیا جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں پڑھا کرتے تھے: «إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا» (مسلم: ۸۶۷)

بے شک بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے۔ اور بہترین طریقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ اور بدترین کام وہ ہے جسے اپنی طرف سے ایجاد کر لیا جائے۔ اور ہر نیا ایجاد شدہ کام بدعت ہوتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت و گمراہی سے تب ہی بچا جاسکتا ہے جب کتاب اللہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ [محمد: ۳۳]

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔

اس آیت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے باہر نکلنا اعمال کو برباد کرنا ہے۔ اور جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ، فَهُوَ رَدٌّ»

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا جو اس سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔

(صحیح بخاری: ۲۶۹۷)

موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول جو قمری اعتبار سے تیسرا مہینہ ہے۔ قرآن حدیث میں اس مہینے کی عظمت اور فضیلت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے۔ اسی



طرح اس مہینے میں کسی خاص کام کے کرنے کی فضیلت بھی قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں جو عظمت اور فضیلت اس مہینے کو دی جاتی ہے، اور جو رسومات اس مہینے میں ادا کی جاتی ہیں، شاید کسی اور مہینے میں نہ ہوں۔ ان رسومات کا ادا کرنا لازمی اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان رسومات سے بچتا ہے تو اسے منکر، گستاخ اور ابلیس جیسے القابات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ رسومات کیا ہیں جو معاشرے میں تو رائج ہیں لیکن دین سے انکا کوئی تعلق نہیں ہے؟ ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:

عید میلاد النبی ﷺ: آپ قرآن وحدیث پڑھ لیں، کہیں بھی قرآن میں اس کا ذکر نہیں ملے گا۔ نبی ﷺ کی تریسٹھ سالہ زندگی میں سے تیس سالہ نبوت کی زندگی میں یہ دن تیس بار آیا مگر آپ ﷺ نے کبھی یہ دن نہیں منایا۔ ایک لاکھ ۲۴ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کا دور ایک سو سال پر مشتمل ہے، کسی صحابی نے یہ دن نہیں منایا۔ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ، خلافت عمر رضی اللہ عنہ، خلافت عثمان رضی اللہ عنہ اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے ادوار، یہ تیس سالہ خلافت راشدہ کے ادوار اس سے خالی ہیں۔ تابعین کا زمانہ اس سے خالی۔ تبع تابعین کا زمانہ اس سے خالی۔ کسی امام نے یہ عید نہیں منائی۔ نہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے، جن کی یہ لوگ تقلید کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں: اب کہاں چلی گئی تمہاری تقلید؟ اسی طرح نہ امام مالک نے نہ امام شافعی نے اور نہ امام حنبل رحمہم اللہ نے یہ کام کیا۔ پھر یہ نیکی وعبادت کہاں سے آئی؟ کس نے اس کو نیکی قرار دیا ہے؟ کس نے اس کو اللہ اور رسول ﷺ کی محبت قرار دیا ہے؟

سوچئے! کہیں یہ نیکی کے لیلیل میں بدعت جیسا خطرناک عمل تو نہیں ہے۔

چراغاں، آتش بازی: ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتے ہی مکانوں، چھتوں، دیواروں اور گلیوں، بازاروں میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ جلوس نکالے جاتے ہیں۔ آتش بازی کی جاتی ہے جو سراسر مجوسیوں کی مشابہت ہے۔ وہ آگ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی محفلوں میں آتش



بازی کی جاتی ہے، چراغاں کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج بعض مسلمان بھی یہ عمل کر رہے ہیں۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ» (ابوداؤد: ۴۰۳۱) جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ انہی میں سے ہے۔

ہلڑبازی شور شرابہ: میلاد کے ان جلسوں میں بازار بند کر دیئے جاتے ہیں۔ مسافروں کو تکلیف سے دوچار کیا جاتا ہے۔ خوب شور مچایا جاتا ہے۔ ہلڑبازی ہوتی ہے۔ یہودہ قسم کے فحش الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ نازیبا کلمات کہے جاتے ہیں۔ اور مخالفین کو گستاخ، بلیس، منکر جیسے القابات سے طعنے دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام کام شریعت اسلامیہ میں ناپسندیدہ ہے۔

راستہ روک کر چندہ مانگنا: نبی ﷺ کا نام لے کر لوگوں کا راستہ روک کر، یعنی رستے کے ساتھ گلی یا سڑک بند کر کے چندہ مانگا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ جو ہوتا ہے، یہ نبی ﷺ کے نام پر ہوتا ہے۔ عیسائیوں نے بھی اپنے نبی کے نام پر عید منائی ہے۔ کرسمس ڈے وہ بھی مناتے ہیں، لیکن ان عیسائیوں نے کبھی کسی کا راستہ نہیں روکا، مگر یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود۔ نبی ﷺ نے ساری عمر اپنی ذات کے لیے کسی سے چندہ نہیں مانگا، اپنے میلاد کے لیے چندہ مانگنا تو دور کی بات ہے۔ شریعت اسلامیہ میں رستہ روکنا ہی گناہ ہے۔ رسول ﷺ کا فرمان ہے: «إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ عَلَى الظُّرُوفِ»، فَقَالُوا: مَا لَنَا بِدُّ، إِنَّمَا هِيَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا، قَالَ: «فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجَالِسَ، فَأَعْطُوا الظَّرِيقَ حَقَّهَا»، قَالُوا: وَمَا حَقُّ الظَّرِيقِ؟ قَالَ: «عَصُ الْبَصْرِ، وَكَفُّ الْأَذَى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ» (صحیح البخاری: ۶۲۲۹)

راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ صحابہ کرام نے کہا: اے کے رسول ﷺ! یہاں بیٹھنا ہماری مجبوری ہے۔ ہم آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور ہی بیٹھنا ہے تو رستے کو اس کا حق دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: رستے کا حق کیا ہے؟ تو



آپ ﷺ نے فرمایا: نگاہ نیچی رکھنا تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے منع کرنا۔

جبکہ جشن میلاد کے موقع پر راستہ روک کر چندہ مانگا جاتا ہے۔ اگر کوئی نہ دے تو اس پر آوازیں کسی جاتی ہیں۔ اور یہ کام کرنے والوں نے خود شاید بھول کر کبھی نماز بھی نہ پڑی ہو۔ اور ان کے چہرے پر داڑھی بھی نہیں ہوتی جو کہ فرض ہے۔

رقص و موسیقی: جشن میلاد کے موقع پر بڑی بڑی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ محفل قوالی، محفل نعت اور محفل جشن عید میلاد النبی کے اشتہارات چھپتے ہیں۔ قوال اور نعت خواں طبل، ڈھول اور دف کی تھاپ پر ثناء مصطفیٰ ﷺ کرتے ہیں۔ اور اب تو ساتھ میوزک بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور سامعین ڈھول کی تھاپ اور قوال کی وجد آمیز قوالی سن کر پر دیوانہ وار رقص کرتے ہیں۔ پورے کا پورا مجمع جھوم اٹھتا ہے۔ وجد طاری ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح کے کام کرنے کا حکم کس نے دیا ہے بتاؤ اللہ نے دیا ہے؟ رسول نے دیا ہے؟ نہیں! تو پھر یہ کام کیوں کیے جاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ  
وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ [لقمان: ۶]

ان میں سے بعض لہو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دیں، اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

لہو الحدیث سے مراد گانا بجانا اس کا ساز و سامان اور آلات ساز و موسیقی اور ہر وہ چیز ہے جو انسانوں کو خیر اور معروف سے غافل کرے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ «نَزَلْتُ فِي الْغَنَاءِ وَأَشْبَاهِهِ»

یہ آیت غنا اور اس جیسی چیزوں کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔





اور اسی طرح عید میلاد کے موقع پر بہت سی رسومات کی جاتی ہیں۔ روضہ رسول ﷺ اور بیت اللہ کے ماڈل بنا کر ان کا طواف کیا جاتا ہے اور مختلف مقامات پر جھنڈیاں آویزاں کی جاتی ہیں جو کہ شریعت کے خلاف ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَبِيعٌ عَلِيمٌ [الحجرات: ۱]

اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ سے آگے مت بڑھو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈور بے شک اللہ تعالیٰ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔

اور ایک مقام پر فرمایا: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ [النور: ۶۳]

جو لوگ حکم نبوی کی مخالفت کرتے ہیں، وہ اس بات سے ڈریں کہ کہیں انہیں فتنہ لاحق نہ ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب نہ مل جائے۔

حضرات گرامی! ربیع الاول کے مہینے میں یہ تمام کیے جانے والے اعمال بدعت ہیں۔ قرآن سنت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحیح محبت اور سچی عقیدت کا معیار اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ :

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا [النساء: ۶۹]

اور جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے ایمان و عمل کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



## رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کی آسان اور مختصر تحقیق

افادات : فضیلۃ الشیخ محمد رفیق طاہر رحمۃ اللہ علیہ ترتیب : ابو عبد اللہ آزاد

سیرت نبوی کے حوالے سے یہ بات بہت معرکہ آراء رہی ہے کہ پیارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کیا ہے۔ اگرچہ اس کا علم ہونے یا نہ ہونے سے شریعت کے کسی فریضہ پر کوئی زد نہیں پڑتی، لیکن بعض لوگوں نے اس کو بھی ایک معما بنا کر رکھ دیا ہے اور اسی آڑ میں اپنے لیے بعض بدعات و خرافات کی گنجائش نکالی ہوئی ہے۔ تحقیق کے میدان میں جو قول ثابت ہوتا ہے، وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تاریخ پیدائش نو (۹) ربیع الاول اور تاریخ وفات بارہ (۱۲) ربیع الاول ہی ہے۔

اس تاریخ کی تحقیق نہایت ہی آسان طریقے سے آپ خود بھی سمجھ سکتے ہیں، لیکن اس سے قبل چند بنیادی باتیں سمجھنا ضروری ہیں:

① موجودہ رائج شدہ عیسوی کیلنڈر کے رائج ہونے سے پہلے سال کو ۳۶۰ دن کا سمجھا جاتا تھا، لیکن سن ۴۷۷ ق م میں شاہ روم جو لیس سیزر کے حکم پر رومی اہل علم نے موسموں کا اندازہ لگانے کے بعد سال کو ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے یعنی تین سال تک سال ۳۶۵ دن اور چوتھے سال ۳۶۶ دن یعنی لیپ کا سال شمار کرنا شروع دیا۔ لیکن سن ۸ ق م میں ریاضی دانوں نے یہ تحقیق پیش کی کہ سورج کے گرد زمین کے ایک چکر کی مدت کی

مناسبت سے تقریباً ۱۴ منٹ فی سال زیادہ شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پوری صدی کو لیپ کا سال شمار نہ کرنے کا حکم صادر کر دیا، لیکن سترھویں صدی میں پوپ گریگری سیزدہم نے اس حساب میں بھی غلطی ثابت کرتے ہوئے اور سورج کے گرد زمین کے ایک چکر اور سال کے دورانیے میں مطابقت رہنے کے لیے ہر چوتھی صدی کو لیپ کی صدی قرار دیا۔ جبکہ باقی صدیوں مثلاً ۱۵۰۰ اور ۱۷۰۰ کی طرح کی صدیوں کے سالوں کو ۳۶۵ دنوں کا سال شمار کیا جانے لگا۔ اور یہی کیلنڈر آج تک رائج ہے۔

② ہجری تقویم کا دار و مدار چاند کی زمین کے گرد گردش پر ہے۔ ماہرین فلکیات اور ہیئت دانوں کے بہت محتاط حساب کے مطابق چاند زمین کے گرد ایک چکر ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲۸ سیکنڈ میں مکمل کرتا ہے۔ یعنی ہجری ماہ کا دورانیہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲۸ سیکنڈ یعنی ۲۹ء۵۳۰۵۸۷۹ دن بنتا ہے۔ تو ایک ہجری سال کا دورانیہ ۲۹ء۵۳۰۵۸۷۹ ضرب ۱۲ یعنی کل ۳۶۷۰۵۵۵ دن بنتا ہے۔

③ ایک اہم ترین بات ذہن نشیں رہے کہ منازل قمر میں بے ترتیبی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے عام ہجری سالوں اور لیپ کے سالوں میں کوئی خاص ترتیب قائم نہیں رہتی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ۳۰ ہجری سالوں میں ۱۱ سال لیپ کے ہوتے ہیں یعنی مکمل ۳۵۵ دنوں کے۔

### تاریخ پیدائش کی تحقیق:

ان بنیادی باتوں کو سمجھنے کے بعد اب ہم چلتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی

تاریخ پیدائش کی تحقیق کی طرف:

بمطابق قمری تقویم:

## رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش و وفات کی تحقیق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال ولادت ۵۳ھ (قبل از ہجرت)  
محرم الحرام ۵۳ھ سے ذوالحجہ ۱۴۳۴ تک کل سال  
بنے: ۵۳ + ۱۴۳۴ = ۱۴۸۷ سال

ایک ہجری سال کا دورانیہ: ۳۵۴ء ۳۶۷ء ۵۵۵  
۱۴۸۷ سالوں کے کل دن: ۳۵۴ء ۳۶۷ء ۵۵۵ = ۱۴۸۷ × ۳۵۴ = ۵۲۶۹۴۳ دن

یعنی یکم محرم الحرام سن ۵۳ھ تا یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ کل دن  
۵۲۶۹۴۳ دن

(اعشاریہ کا جو فرق ہے وہ منازل قمر کی بنا پر ہے)  
تو ربیع الاول ۵۳ھ تا یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ کل دن بنے، محرم کے  
تیس اور صفر کے ۲۹ اور ربیع الاول کے ۸ دن نفی کر کے، یعنی۔  
۵۲۶۹۴۳۶ = ۵۲۶۸۷۶۱ دن۔

دنوں کی تعداد بمطابق شمسی تقویم:  
۹ ربیع الاول سن ۵۳ھ بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء سے یکم محرم الحرام  
۱۴۳۵ھ بمطابق ۰۶ نومبر ۲۰۱۳ء تک بننے والے کل دن معلوم کرنے کے لیے:  
یکم جنوری تا ۰۵ نومبر کل دن = ۳۰۹ دن

(۰۶ نومبر کو شمار نہیں کیا گیا کیونکہ ۰۶ نومبر ۲۰۱۳ء کو یکم محرم ۱۴۳۵ھ  
تاریخ تھی اور ہمیں صرف اور صرف ہجری سالوں کے دن شمار کرنا ہیں تاکہ مکمل  
۱۴۳۴ سالوں کے دن سامنے آسکیں۔)

۲۲ اپریل ۵۷۱ء سے ۳۱ دسمبر ۵۷۱ء تک کل دن = ۲۵۳ دن

یکم جنوری ۵۷۲ء تا ۳۱ دسمبر ۶۰۰ء تک کل دن  $365 \times 29 + 1 = 10585$  لیپ کے دن =

۱۰۵۹۲ دن

یکم جنوری ۶۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۷۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے دن

= ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۷۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۸۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 25$  لیپ کے دن

(۸۰۰ لیپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۸۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۹۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے دن

= ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۹۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۰۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۰۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۱۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۱۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۲۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 25$  لیپ کے

دن (۱۲۰۰ لیپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۱۲۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۳۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۳۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۴۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۴۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۵۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 36500 + 24$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

## رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش و وفات کی تحقیق

یکم جنوری ۱۵۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء تک کل دن:  $۱۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ = ۳۶۵۰۰ + ۲۵$  لیپ کے

دن (۱۶۰۰ لیپ کی صدی) =  $۳۶۵۲۵$  دن

یکم جنوری ۱۶۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۷۰۰ء تک کل دن:  $۱۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ = ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن =  $۳۶۵۲۴$  دن

یکم جنوری ۱۷۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۸۰۰ء تک کل دن:  $۱۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ = ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن =  $۳۶۵۲۴$  دن

یکم جنوری ۱۸۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۰۰ء تک کل دن:  $۱۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ = ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن =  $۳۶۵۲۴$  دن

یکم جنوری ۱۹۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء تک کل دن:  $۱۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ = ۳۶۵۰۰ + ۲۵$  لیپ کے

دن (۲۰۰۰ لیپ کی صدی) =  $۳۶۵۲۵$  دن

یکم جنوری ۲۰۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۲ء تک کل دن:  $۱۲ = ۳۶۵ \times ۱۲ = ۴۳۸۰ + ۳$  لیپ کے دن =

دن  $۴۳۸۳$

پس ثابت ہوا کہ ۲۲ اپریل ۱۵۷۱ء تا ۰۵ دسمبر ۲۰۱۳ء تک کل

دن  $۵۲۶۸۷۸$  بنتے ہیں۔

چونکہ ۹ ربیع الاول ۱۵۳ھ سے یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ تک بننے والے دن

بحساب قمری تقویم  $۵۲۶۸۷۶$  بنتے ہیں (دو دن کا فرق منازل قمر کی بناء پر ہے۔) تو

ثابت ہوا کہ ۲۲ اپریل ۱۵۷۱ء بمطابق ۹ ربیع الاول ۱۵۳ھ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ

پیدائش ہے۔

اب اس تاریخ پیدائش کا دن معلوم کرنے کے لیے انہی دنوں کو ہفتوں میں

تقسیم کریں۔

یعنی ۵۲۶۸۷۸ = تقسیم ۷ = ۷۵۲۶۸ اور ۲ (دودن)

تو ۰۶ نومبر ۲۰۱۳ء کو بدھ کا دن تھا۔ لہذا بدھ سے دو دن پیچھے جائیں  
تو سوموار کا دن بنتا ہے۔ جو کہ مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا یوم  
پیدائش ہے۔ (مسلم: ۱۱۶۲)

تاریخ وفات کی تحقیق:

بمطابق تقویم قمری:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال وفات ۱۱ ہجری ہے۔

محرم الحرام ۱۱ھ سے ذوالحجہ ۱۳۳۲ تک کل سال بنے: ۱۳۳۵ = ۱۳۳۴

۱۱ سال

ایک ہجری سال کا دورانیہ: ۳۵۵۵۷۰۳۶۷۰۳۵۴ سال

۱۳۳۴ سالوں کے کل دن:

۵۵۵۷۰۳۶۷۰۳۵۴ × ۱۳۳۴ = ۷۴۸۷۰۳۲۸۰۳۶۱۵۰ دن

یعنی یکم محرم الحرام سن ۱۱ھ تا یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کل دن:

۵۰۴۶۱۸ دن

(اعشاریہ کا جو فرق ہے وہ منازل قمر کی بنا پر ہے)

تو ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کل دن بنے، محرم کے تیس،

صفر کے ۲۹ اور ربیع الاول کے ۱۱ دن نفی کر کے، یعنی: ۸۰۴۶۱۸ = ۵۰۴۵۴۸

۷۰ دن۔

دنوں کی تعداد بمطابق شمسی تقویم:

۲ ربیع الاول سن ۱۱ھ بمطابق ۱۱ جون ۶۳۲ء سے یکم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ  
بمطابق ۰۶ نومبر ۲۰۱۳ء تک بننے والے کل دن معلوم کرنے کے لیے:

یکم جنوری تا ۰۵ نومبر کل دن: ۳۰۹ دن

(۰۶ نومبر کو شمار نہیں کیا گیا کیونکہ ۰۶ نومبر ۲۰۱۳ء کو ہجری تاریخ یکم محرم  
۱۴۳۵ھ تھی اور ہمیں صرف اور صرف ہجری سالوں کے دن شمار کرنا ہیں تاکہ مکمل  
۱۴۲۴ سالوں کے دن سامنے آسکیں۔)

۱ جون ۶۳۲ء سے ۳۱ دسمبر ۶۳۲ء تک کل دن: ۲۰۴ دن

یکم جنوری ۶۳۳ء تا ۳۱ دسمبر ۷۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 68 = 24820 + 6$  الپ کے

دن = ۲۴۸۳۶ دن

یکم جنوری ۷۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۸۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 25$  الپ کے دن

(۸۰۰ الپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۸۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۹۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 24$  الپ کے دن

= ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۹۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۰۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 24$  الپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۰۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۱۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 24$  الپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۱۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۲۰۰ء تک کل دن:  $365 \times 100 = 36500 + 25$  الپ کے

دن (۱۲۰۰ الپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن



یکم جنوری ۱۲۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۳۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۳۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۴۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۴۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۵۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۵۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۵$  لیپ کے

دن (۱۶۰۰ لیپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۱۶۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۷۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۷۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۸۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۸۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۱۹۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۴$  لیپ کے

دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۹۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء تک کل دن:  $۰۰ = ۳۶۵ \times ۱۰۰ + ۳۶۵۰۰ + ۲۵$  لیپ کے

دن (۲۰۰۰ لیپ کی صدی) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۲۰۰۱ء تا ۳۱ دسمبر ۲۰۱۲ء تک کل دن:  $۲ = ۳۶۵ \times ۱۰ + ۳۶۵۰ + ۳$  لیپ کے دن =

۴۳۸۳ دن

پس ثابت ہوا کہ ۱۱ جون ۱۹۳۲ء تا ۵ دسمبر ۲۰۱۳ء تک کل

دن ۵۰۴۵۳۸ بنتے ہیں۔

## رسول اکرم ﷺ کی تاریخ پیدائش و وفات کی تحقیق

چونکہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا کیم محرم الحرام ۱۴۳۵ھ تک بننے والے دن بحساب قمری تقویم بھی ۵۰۴۵۳۸ ہی بنتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ۱۱ جون ۶۳۲ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ رسول اللہ ﷺ کی تاریخ وفات ہے۔

اب اس تاریخ وفات کا دن معلوم کرنے کے لیے انہی دنوں کو ہفتوں میں تقسیم کریں۔

یعنی ۵۰۴۵۳۸ تقسیم ۷ = ۷۲۰۷۸ اور ۲ (دو دن)

تو ۶ نومبر ۲۰۱۳ء کو بدھ کا دن تھا۔ لہذا بدھ سے دو دن پیچھے جائیں تو سوموار کا دن بنتا ہے۔ جو کہ مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کا یوم وفات ہے۔

(بخاری: ۶۸۰)

لیجئے جناب! رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش، تاریخ وفات اور یوم پیدائش، یوم وفات کا آسان سا طریقہ تحقیق جس کے ذریعہ سے آپ شمسی یا قمری تقویم میں سے جس تقویم کو چاہیں، اپنا کر صحیح دن اور تاریخ معلوم کر سکتے ہیں۔

ہماری اس تحقیق کا خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن ۹ ربیع الاول ۵۳ سال قبل از ہجرت بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی کو اس دنیا میں تشریف لائے۔ اور ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری بمطابق ۱۱ جون ۶۳۲ عیسوی کو وفات پا گئے۔

فداہ ای و امی

## ایک غیر مقلد کی کہانی... مقلدین کی زبانی

قسط نمبر ۲

از قلم: شاہد ندیر... کراچی

غیر مقلد امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے بارے میں عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے اور بھی بہت سی باتیں کی ہیں جیسے ایک غیر مقلد کو مخاطب کرتے ہوئے عبدالغنی طارق دیوبندی فرماتے ہیں: سن جاہل.... جاہلوں کی روحانی اولاد۔

(شادی کی پہلی دس راتیں، صفحہ ۴۸)

غیر مقلد ٹولے کو جس میں سرفہرست امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور امام محمد وغیرہ شامل ہیں کو عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی یہود اور شیعہ کا مقلد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: غیر مقلدین نے یہود اور شیعہ کی تقلید کی ہے۔

(شادی کی پہلی دس راتیں، صفحہ ۴۰)

عرض ہے کہ اگر یہ غیر مقلدین (ابوحنیفہ، ابویوسف، امام محمد) یہودیوں کے مقلد تھے تو تم ان کی تقلید میں مبتلا ہو کر کیوں یہودیوں اور شیعوں کی تعداد میں اضافہ کر رہے ہو؟

عجیب بات ہے کہ یہ تقلیدی لوگ جو خود ہی امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتے ہیں انہیں برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے ہیں (جس کا ثبوت سابقہ سطور میں بھی پیش کیا گیا ہے اور آئندہ بھی آئے گا۔ ان شاء اللہ) لیکن اس کا الزام انتہائی ڈھٹائی سے مخالفین پر تھوپ دیتے ہیں جیسے عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی کا اہل حدیث خاتون پر لگایا گیا یہ الزام: امام اعظم پر اعتراض کرتی ہو شرم نہیں آتی

(شادی کی پہلی دس راتیں، صفحہ ۲۱)



غیر مقلد ابو حنیفہ پر اعتراض تم کرو گالیاں تم دو اور الزام اہل حدیث پر! آخر یہ کون سا انصاف ہے؟ ہم عبدالغنی طارق لدھیانوی کا اہل حدیث پر کسا ہوا یہ جملہ ان کے کردار اور عمل کی روشنی میں خود انہیں کو واپس لوٹا رہے ہیں: امام اعظم پر اعتراض کرتے ہو شرم نہیں آتی؟

ابوبکر غازی پوری دیوبندی غیر مقلدین کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے انکشاف فرماتے ہیں: صحابہ سے بیزاری، ان کی شان میں زبان درازی، ان کے اجماع پر عمل کرنے سے انکار اور ان کے اقوال و آثار کو درخو اعتناء نہ سمجھ کر ترک کر دینے پر یہ سب متفق ہیں۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۱۴)

تمام غیر مقلدین کے بارے میں تو ہمیں معلوم لیکن غیر مقلد امام ابو حنیفہ کی تیار کردہ فقہ حنفی میں ضرور صحابہ کرام سے بے زاری اور ان کی شان میں زبان درازی موجود ہے اور اجماع سے انکار اور صحابہ کے اقوال کو درخو اعتناء سمجھ کر ترک کر دینا تو بہت معمولی بات ہے قرآن و حدیث کو اپنے خلاف پا کر ترک کرنے پر غیر مقلد امام ابو حنیفہ کے مقلدین کا اتفاق ہے۔ یقین نہ آئے تو اپنی اصول کی کتاب اصول کرنی پڑھ لیجئے، ان شاء اللہ خوب تسلی و تشفی ہوگی۔

ابوبکر غازی پوری مزید فرماتے ہیں: فتنہ و فساد پھیلانے اور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے درمیان اشتعال پیدا کرنے پر ان سب کا اتفاق ہے بلکہ اس سے زیادہ لذیذ و شیریں چیز ان کے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۱۴)

ابوبکر غازی پوری دیوبندی سے ہزار ہاندہی اختلاف کے باوجود ہمیں ان کی یہ بات بالکل تسلیم ہے کہ غیر مقلد ابو حنیفہ نے دین اسلام میں قرآن و حدیث کے مقابلے



## ایک غیر مقلد کی کہانی... مقلدین کی زبانی

پر اپنی ناقص رائے اور باطل قیاس کو داخل کر کے مسلمانوں کے درمیان فتنہ اور فساد کا جو بیج بویا تھا برسوں سے امت مسلمہ اس کی فصل کاٹ رہی ہے۔

ابوبکر غازی پوری دیوبندی کی زبانی غیر مقلد ابوحنیفہ اور اس کے ٹولے کی حقیقت بھی سن لیں۔ فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ رؤے زمین پر شیعوں کے بعد اسلام کا مدعی کوئی فرقہ ہمیں ایسا نہیں معلوم جو کذب و نفاق اور دجل و فریب میں فرقہ غیر مقلدیت تک پہنچا ہو اللہ تعالیٰ ہی ان سے ان کے کرتوتوں کا محاسبہ کریں گے۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۵۲)

عرض ہے کہ جب آپ کے نزدیک آپکے امام اعظم اور ان کے شاگرد جو کہ پکے غیر مقلد تھے، کذاب، منافق، دجال اور فریبی تھے تو آپ ان کی تقلید پر اب تک کاربند کیوں ہیں اور کیوں ایسے اوصاف کے حامل امام کی تقلید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ پیارے پیارے القابات جن سے آپ غیر مقلد امام ابوحنیفہ کو ملقب کر رہے ہیں۔ کھلی منافقت کے سبب خود آپ ان القابات کے اپنے امام کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہیں؟!

مولانا رضوان الرحمن قاسمی جو ابوبکر غازی پوری دیوبندی کے شاگرد ہیں غیر مقلدین کے بارے میں کتاب کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: قیاس تو لازمہ بٹولہ میں حرام ہے، اس کے نزدیک قیاس کی بنیاد ابلیس لعین نے ڈالی ہے، ابلیس کی یہ تقلید یہاں کیونکر؟

(دیکھئے حاشیہ کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۲۱۶)

نوٹ: ابوبکر غازی پوری دیوبندی کی جس عربی کتاب کا ترجمہ کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ کے نام سے مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی سے مطبوع ہے، اس کتاب کا اصل نام ”وقفہ مع اللامذہبۃ فی شبه القارۃ الهندیۃ“ ہے۔

(دیکھئے کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، حصہ اول، صفحہ ۷)



اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ آل تقلید کے ہاں لامذہب اور غیر مقلد ہم معنی اور مترادف الفاظ ہیں۔ اور کسی کا غیر مقلد ہونا ہی اس کا لامذہب ہونا ہے، اس لئے مولانا رضوان الرحمن قاسمی دیوبندی کے بقول اب لامذہب غیر مقلد امام ابوحنیفہ چاہے ابلیس کے مقلد ہوں یا کسی اور شخص کے، یہ مقلدین کا مسئلہ اور ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ غیر مقلد امام ابوحنیفہ کو ابلیس کا مقلد کہہ کر اور خود ان کی تقلید اختیار کر کے مقلدین خود بھی تو شیطان کے چیلے قرار پاتے ہیں! ویسے مقلدین کو چاہیے کہ اس طرح اپنے امام کو برا بھلا کہنے کے بجائے ان سے براءت کا اظہار کر دیں تاکہ مقلدین کا مذہب اور ان کا امام خود انہی کے ہاتھوں مزید بدنام اور رسوا ہونے سے بچ جائیں۔ مقلدین کے یہ کثوت تقلیدی مذہب کے لئے رسوائی اور جگ ہنسائی کا سبب بن رہے ہیں۔

بہت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مظلوم اہل حدیثوں پر ائمہ کرام اور بزرگان دین کی گستاخی و توہین کے الزامات لگاتے ہیں، لیکن خود ان کا کردار اور عمل کیا ہے مذکورہ بالا حوالاجات سے روشن اور واضح ہے۔ یہ لوگ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، بزرگان دین اور خود اپنے غیر مقلد امام اعظم ابوحنیفہ پر تبرا کرنے والے لوگ ہیں۔

صوفی منقار شاہ دیوبندی عنوان قائم کرتے ہیں۔ ”حضرت امام ابوحنیفہ کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہو کر مرتا ہے“ اور اس عنوان کے تحت اشرف علی تھانوی کا کلام نقل کرتے ہیں، ملاحظہ ہو: حضرت تھانوی فرماتے تھے..... مولوی عبدالجبار صاحب کے والد مولوی عبداللہ صاحب کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہا کرتے تھے جو امام ابوحنیفہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ آخر کار ضرور مرتد ہو جاتا ہے ارتداد سے خالی نہیں رہتا، چنانچہ ان کے سامنے ایک شخص نے امام صاحب کی شان میں



## ایک غیر مقلد کی کہانی... مقلدین کی زبانی

گستاخی کی اس پر مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ضرور مرتد ہو جائے گا چنانچہ تھوڑے ہی دن کے بعد وہ مرزائی ہو گیا۔

(القول العزیز، جلد ۱، صفحہ ۲۸، بحوالہ وہابیوں کا مکر و فریب، صفحہ ۸۹ تا ۹۰)

دوسرے مقلدوں کے بارے میں تو ہمیں نہیں معلوم لیکن غیر مقلد ابوحنیفہ کا سب سے بڑا گستاخ پرائمری اسکول ماسٹر امین اوکاڑوی جس نے اپنی پوری زندگی غیر مقلد کی تحقیر و گستاخی کے لئے وقف کی ہوئی تھی کا انجام بھی بعینہ وہی ہوا جو کذاب، مردود، دجال اور مرتد غلام احمد قادیانی کا ہوا تھا۔ طالب الرحمن شاہ حفظہ اللہ نے ایک انٹرویو میں بتایا: ۲۰۰۳ میں دو یا تین سال پہلے امین اوکاڑوی صاحب فوت ہو گئے ہیں اور ملتان کے ساتھیوں نے بتلایا کہ وہ ٹائلٹ میں فوت ہوئے اور انھیں موت بھی برے طریقے سے آئی۔

(ہم المحدث کیوں ہوئے؟ صفحہ ۲۲)

مرتد غلام احمد قادیانی بھی ٹائلٹ میں فوت ہوا اور غیر مقلد امام ابوحنیفہ کا گستاخ امین اوکاڑوی بھی۔ طالب الرحمن شاہ حفظہ اللہ کے نزدیک تو امین اوکاڑوی کا یہ عبرتناک انجام اس مباہلے کا نتیجہ تھا جو ان کے اور امین اوکاڑوی کے درمیان ہوا۔ لیکن مقلدوں کے نزدیک اس بری موت کا سبب غیر مقلد ابوحنیفہ کی گستاخی کے علاوہ کچھ نہیں جیسا کہ اشرف علی تھانوی کے حوالے سے عرض کیا گیا کہ غیر مقلد ابوحنیفہ کی شان میں گستاخی کرنے والا بالآخر بری موت اور ارتداد جیسے برے انجام سے دوچار ہوتا ہے۔ ہم مقلدین خصوصاً دیوبندیوں کو یہ مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں اگر وہ مرتد ہو کر مرنا نہیں چاہتے اور امین اوکاڑوی جیسی بری موت سے بھی بچنا چاہتے ہیں تو غیر مقلدین کی تحقیر اور ان پر طعن و تشنیع سے باز آجائیں۔

آپ کا مخلص اور خیر خواہ: (سابقہ مقلد) شاہد نذیر



وہ مجتہد وفقیہ ومحدث عصر رواں

حافظ عبد المنان رحمہ اللہ کی یاد میں

وہ مجتہد وفقیہ ومحدث عصر رواں  
کہ ذوق تھا ان کا فقط حدیث اور قرآن  
تھے وہ اپنی ذات میں اک آیہ رحمان  
دے گئے جدائی ہمیں حافظ عبد المنان  
ان کو قدرت نے دیا تھا قرن اول کا دماغ  
تھے سچے محب سنت رسول رحمان  
کھپا دی زندگی ساری اس کی ہی ترویج میں  
لے کے آئے تھے جو دعوت محمد ذی شان  
بلا کی سادگی ان میں، غضب کی دلکشی  
جرات اظہار کا پیکر تھا ان کا طرز بیان  
جب کبھی باطل نے لکارا انہیں سر میدان  
ہمیشہ سرخرو اٹھا، نکلا ہمیشہ کامران  
علم وفن کی ہر مجال تھی اس کی رہین  
اس کا ہمسر نہ پیدا کر سکا کوئی گلستان  
وہ رخصت ہو گیا تو اک خلا محسوس ہوتا ہے  
کوئی ملتا نہیں اس کا اب اس چمن میں ترجمان  
محمد رفیق طاہر